فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۷۲)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: فطرانہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: فطرانہ کی فرضیت پر اجماع ہے۔

(الإجماع لابن المُنذر : 49)

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے (رمضان المبارک میں) مسلمانوں کے غلام، آزاد، مرد، عورت، چھوٹے اور بڑے پر ایک صاع کھجور یا جو فطرانہ فرض قرار دیا ہے۔''

(صحيح البخاري : 1503، صحيح مسلم : 984)

تنبیہ:

فطرانہ مسلمان غلام پر فرض ہے، کافر پر نہیں۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَيْسَ فِي الْعَبْدِ صَدَقَةٌ إِلَّا صَدَقَةُ الْفِطْرِ .

''غلام پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے، مگر صدقہ فطر ہے۔''

(صحيح مسلم : 982)

یہ حدیث عام ہے، سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما والی حدیث نے تخصیص کر دی ہے کہ ''عبد'' سے مراد مسلمان غلام ہے۔

فائدہ:

❀ سیدنا قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

أَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَدَقَةِ الْفِطْرِ قَبْلَ أَنْ تَنْزِلَ الزَّكَاةُ، فَلَمَّا نَزَلَتِ الزَّكَاةُ لَمْ يَأْمُرْنَا وَلَمْ يَنْهَنَا وَنَحْنُ نَفْعَلُهٗ .

''زکوٰۃ کا حکم نازل ہونے سے پہلے ہمیں رسول اللہ ﷺ نے صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم دیا، زکوٰۃ کا حکم نازل ہو، اتو آپ ﷺ نے نہ ہمیں حکم دیا اور نہ منع فرمایا، البتہ ہم اسے ادا کرتے رہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 6/6، سنن النّسائي : 2509، سنن ابن ماجه : 1828، السّنن الكبرٰى للبيهقي : 159/4، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۲۳۹۴) اور امام حاکم رحمہ اللہ (۴۱۰/۱) نے ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

❀ **حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) لکھتے ہیں:**

هٰذَا لَا يَدُلُّ عَلٰى زَوَالِ وُجُوبِهَا، وَذٰلِكَ أَنَّ الزِّيَادَةَ فِي جِنْسِ الْعِبَادَةِ لَا يُوجِبُ نَسْخَ الْأَصْلِ الْمَزِيدِ عَلَيْهِ، غَيْرَ أَنَّ مَحَلَّ الزَّكَوَاتِ الْأَمْوَالُ وَمَحَلَّ زَكَاةَ الْفِطْرِ الرِّقَابُ .

''اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ صدقہ فطر واجب نہیں رہا، کیونکہ عبادت میں کسی اضافے سے اصل منسوخ نہیں ہوتی۔ یہ فرق بھی ملحوظ رہے کہ زکوۃ مال پر اور صدقہ فطر جان پر فرض ہے۔''

(مَعالم السّنن : 214/2)

صدقہ فطر کے مسائل:

① حجازی صاع دو سیر چار چھٹانک کا ہوتا ہے ، اس کا اعشاری وزن 2.099 کلوگرام بنتا ہے۔

② خوراک ،مثلاً گندم ، جو، کھجور، پنیر، کشمش وغیرہ ، بہتر ہے کہ اس میں فی کس ایک صاع فطرانہ ادا کیا جائے ،روپے، پیسے یا چاندی وغیرہ بھی فطرانے میں ادا کی جاسکتی ہے۔

❁ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا یہی موقف ہے۔

(مصنّف ابن أبي شيبة : 173/3 ، وسندہٗ صحيحٌ)

❁ یہی مذہب امام بخاری رحمہ اللہ کا بھی ہے۔

(صحيح البخاري ، باب العرض في الزّكوة)

❁ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِهٖ بَأْسٌ أَنْ يُعْطٰى زَكَاةُ رَمَضَانَ فِضَّةً .

''صدقہ فطر میں چاندی بھی ادا کی جاسکتی ہے،اس میں حرج نہیں۔''

(تاريخ ابن معين : 2326 ، 2765)

③ صدقہ فطر نماز عید سے پہلے ادا کیا جائے۔

(صحيح البخاري : 1503 ، صحيح مسلم : 984)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فطرانہ لغویات اور فحش گوئی سے روزہ کو پاک کرنے کے لیے اور مساکین کو کھانا کھلانے کے لیے فرض قرار دیا ہے۔نماز عید سے پہلے ادا

کریں گے، تو قبول ہوگا، بعد میں ادا کریں گے، تو عام صدقہ قرار پائے گا۔“

(سنن أبي داود : 1609، سنن ابن ماجه : 1828، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ (۱/۴۰۹) نے ”صحیح“ کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

④ صدقہ فطر رمضان کے اختتام پر نمازِ عید سے پہلے پہلے ادا کیا جائے گا۔ اگر بیت المال کا نظام موجود ہو، تو فطرانہ ایک دو دن پہلے نکالا جا سکتا ہے، تاکہ بیت المال میں جمع ہو کر عید سے پہلے پہلے مستحقین میں تقسیم کر دیا جائے۔ اگر بیت المال نہیں، تو رمضان کے اختتام پر فطرانہ ادا کیا جائے گا، اس سے پہلے نہیں۔

❀ نافع رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما صدقہ فطر کب ادا کرتے تھے، فرمایا: جب صدقہ وصول کرنے والا بیٹھ جاتا، عرض کیا، وہ کب بیٹھتا تھا؟ فرمایا: عید الفطر سے ایک دو دن پہلے۔

صحيح ابن خزيمة : 2397، وسندهٗ صحيحٌ)

⑤ فطرانہ صرف مساکین کا حق ہے۔

(مَجموع الفتاویٰ لابن تیمیة : 25/71-78، زاد المَعاد لابن القیم : 2/44)

فطرانہ متشرع اور نمازی مسلمانوں کا حق ہے، اہل حق کے دینی مدارس پر بھی خرچ کیا جا سکتا ہے۔

⑥ فطرانہ چوں کہ ہر مسلمان پر فرض ہے، اس لئے صاحب نصاب کی شرط لگانا درست نہیں۔

⑦ فطرانہ کا مقصد روزہ میں ہونے والی کمی کوتاہی کی معافی، بے فائدہ اور فحش کلامی کی تطہیر اور مساکین سے تعاون ہے۔

فطرانہ شکر کی بہترین اور بے مثال صورت ہے، اللہ کی رضا وخوشنودی کا باعث ہے، گھر میں خیر و برکت اور امن وسکون کا ذریعہ ہے، ہر قسم کی برائی اور شر سے بچنے کا محفوظ راستہ ہے، محبت ومودّت اس سے جنم لیتی ہے، نفرتوں، کدورتوں کا قلع قمع ہوتا ہے، انسانی ہمدردی کا شاندار مظاہرہ ہوتا ہے اور باوقار معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔

سوال: کیا عورت قبرستان جاسکتی ہے؟

جواب: عورت قبرستان جاسکتی ہے۔ اسلام نے اس کی اجازت دی ہے۔ ابتداء میں قبرستان جانے سے منع کیا گیا تھا، لیکن بعد ازاں یہ ممانعت منسوخ ہوگئی اور عورتوں کو قبرستان جانے کی اجازت دے دی گئی۔

پہلے ممانعت والی حدیث ملاحظہ فرمائیں اور پھر اس کی منسوخیت کے دلائل۔

ممانعت والی حدیث:

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ زَوَّارَاتِ الْقُبُورِ.

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت زیادہ قبرستان جانے والی عورتوں پر لعنت فرمائی۔“

(مسند الإمام أحمد : 2/337، 356، سنن الترمذي : 1056، وقال : حسنٌ صحيحٌ، سنن ابن ماجه : 1576، صحيح ابن حبّان : 3178، وسندهٗ حسنٌ)

یہ ممانعت منسوخ ہے:

قبروں کی زیارت سے مردوں اور عورتوں سب کو منع کیا گیا تھا، لیکن بعد میں یہ ممانعت منسوخ کر کے سب کو اجازت دے دی گئی۔ یہ حدیث اس دور کی ہے، جب قبروں کی زیارت منع تھی۔

امام حاکم رحمہ اللہ اس اور اس جیسی دیگر احادیث کے بارے میں فرماتے ہیں:

هٰذِهِ الْأَحَادِيثُ الْمَرْوِيَّةُ فِي النَّهْيِ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ مَنْسُوخَةٌ.

''زیارتِ قبور سے ممانعت کے بارے میں مروی یہ احادیث منسوخ ہیں۔''

(المستدرك على الصّحيحين : 1385)

امام حاکم رحمہ اللہ کی یہ بات بالکل درست ہے، درج ذیل دلائل بھی اسی موقف کی تائید کرتے ہیں۔

❀ عبداللہ بن ابو مُلیکہ تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عَائِشَةَ أَقْبَلَتْ ذَاتَ يَوْمٍ مِّنَ الْمَقَابِرِ، فَقُلْتُ لَهَا : يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ! مِنْ أَيْنَ أَقْبَلْتِ؟ قَالَتْ : مِنْ قَبْرِ أَخِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ أَبِي بَكْرٍ، فَقُلْتُ لَهَا : أَلَيْسَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ؟ قَالَتْ : نَعَمْ، كَانَ قَدْ نَهٰى، ثُمَّ أَمَرَ بِزِيَارَتِهَا.

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ایک دن قبرستان کی جانب سے آئیں، تو میں نے ان سے دریافت کیا: ام المومنین! آپ کہاں سے آئی ہیں؟ انہوں نے فرمایا: اپنے بھائی عبد الرحمٰن بن ابو بکر رضی اللہ عنہ کی قبر سے۔ عرض کیا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت سے منع نہیں فرمایا تھا؟ سیدہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں: جی منع تو فرمایا تھا، لیکن بعد میں قبروں کی زیارت کا حکم فرما دیا تھا۔''

(المستدرك على الصّحيحين للحاكم :376/1، السنن الكبرٰى للبيهقي : 78/3، التمهيد لما في المؤطّأ من المعاني والأسانيد : 233/3، وسندهٗ صحيحٌ)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''صحیح'' قرار دیا ہے۔(تلخیص المستدرك : 376/1)

حافظ عراقی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''جید'' کہا ہے۔(تخریج أحادیث الإحیاء : 2608/6)

❁ حافظ بوصیری لکھتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ، رِجَالُهٗ ثِقَاتٌ .

''یہ سند صحیح اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔''(مصباح الزجاجة : 568)

❁ سنن ابن ماجہ (1570) کے الفاظ یوں ہیں:

رَخَّصَ فِي زِيَارَةِ الْقُبُورِ .

''پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے کی اجازت دے دی۔''

❁ سیدنا بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ، فَزُورُوهَا .

''میں آپ کو قبروں کی زیارت سے منع کرتا تھا، لیکن اب آپ قبرستان چلے جایا کریں۔''(صحیح مسلم : 977)

یہ حدیث عام ہے، جس میں مرد وعورت دونوں شامل ہیں۔ مذکورہ بالا حدیث بھی یہی بتاتی ہے۔

❁ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فَزُورُوا الْقُبُورَ، فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ الْمَوْتَ .

''قبروں کی زیارت کیا کریں، کیونکہ یہ موت کی یاد دلاتی ہیں۔''

(صحیح مسلم : 976)

یہ حدیث بھی عام ہے، کیونکہ موت کی یاد مرد وعورت دونوں کی ضرورت ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: جب میں قبرستان جاؤں، تو کیا دُعا کروں؟ فرمایا: قبرستان کی زیارت کے وقت یہ دُعا کیجیے:

السَّلَامُ عَلٰی أَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ، وَيَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِينَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُونَ.

''ان گھروں والے مؤمنوں اور مسلمانوں پر سلامتی ہو۔ اللہ تعالیٰ پہلے اور بعد میں آنے والوں سب پر رحم فرمائے۔ ہم بھی اللہ نے چاہا تو تم سے ضرور ملنے والے ہیں۔''(صحیح مسلم: 974)

اس حدیث سے بھی واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ عورت قبرستان جا سکتی ہے، ورنہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ بتاتے کہ عورت کا قبرستان میں جانا ہی جائز نہیں، تو وہ دُعا کیا کرے گی؟

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایسی عورت کے پاس سے ہوا، جو ایک قبر پر بیٹھی رو رہی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا:

اِتَّقِي اللّٰهَ، وَاصْبِرِي.

''اللہ سے ڈر جائیے اور صبر کیجیے۔''

❁ نیز فرمایا:

إِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُولٰی.

''معتبر صبر وہی ہے، جو مصیبت و پریشانی کے شروع سے کیا جائے۔''

(صحيح البخاري: 1283، صحيح مسلم: 926)

اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ نے بَابُ زِيَارَةِ الْقُبُورِ (قبروں کی زیارت کا بیان) میں بیان کرتے ہوئے یہ بتایا ہے کہ عورت قبرستان جا سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور صبر کرنے کا حکم تو دیا، لیکن قبرستان میں آنے سے منع نہیں فرمایا۔ عورتوں کو چاہیے کہ وہ اپنے پیاروں کی قبروں پر جا کر ان کے لیے دُعا کریں، موت کو یاد کریں اور آخرت کی فکر کو تازہ کریں، وہاں بے صبری کا مظاہرہ ہرگز نہ کریں۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی عبدالرحمٰن بن ابو بکر رضی اللہ عنہما فوت ہو گئے، جب ان کی میت مکہ مکرمہ میں لائی گئی، تو سیدہ رضی اللہ عنہا سفر پر تھیں۔ جب مکہ پہنچیں، تو فرمایا: مجھے ان کی قبر دکھائیں۔ لوگوں نے قبر دکھائی، تو سیدہ رضی اللہ عنہا نے ان کے لیے دُعا فرمائی۔

(مصنّف ابن أبي شيبة : 360/3، وسندهٗ صحيحٌ)

ان دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت کا قبرستان میں جانا جائز ہے۔ شروع میں مردوں اور عورتوں دونوں کو قبرستان میں جانے سے منع فرمایا گیا تھا، لیکن بعد میں دونوں کے لیے جائز کر دیا گیا۔

تنبیہ ①:

سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکثرت قبرستان جانے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (مسند الإمام أحمد : 442/3، سنن ابن ماجه : 1574، المعجم الكبير للطبراني :3591)

اس کی سند امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کے عنعنہ کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے۔

اسی طرح سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی مروی ہے۔ (مسند الإمام أحمد :229/1، سنن أبي داوٗد : 3236، سنن الترمذي : 320، سنن النسائي : 2043)

یہ بھی ''ضعیف'' ہے، ابوصالح باذام کے متعلق حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَالَ الْأَكْثَرُونَ : لَا يُحْتَجُّ بِهِ .

''اکثر اہل علم کہتے ہیں کہ اس کی بیان کردہ حدیث کو دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔''

(خلاصة الأحكام : 1044/2)

✿ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْجُمْهُورُ عَلٰى أَنَّ أَبَا صَالِحٍ، هُوَ مَوْلٰى أُمِّ هَانِئٍ، وَهُوَ ضَعِيفٌ .

''جمہور محدثین کے نزدیک ابوصالح، امِ ہانی کا غلام ہے اور یہ ضعیف ہے۔''

(التّلخيص الحبير : 137/2، ح : 798)

تنبیہ ②:

❀ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے منسوب ایک روایت کا مفہوم یہ ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے دریافت فرمایا کہ وہ گھر سے باہر کیوں گئی تھیں؟ تو انہوں نے عرض کیا: میت کے گھر والوں سے تعزیت کے لیے گئی تھی۔ فرمایا: شاید آپ ان کے ساتھ قبرستان بھی گئی تھیں؟ عرض کیا: اللہ کی پناہ کہ میں قبرستان میں جاؤں۔ میں نے تو اس بارے میں آپ سے سن بھی رکھا ہے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَوْ بَلَغْتِهَا مَعَهُمْ؛ مَا رَأَيْتِ الْجَنَّةَ، حَتّٰى يَرَاهَا جَدُّ أَبِيكَ .

''اگر آپ ان لوگوں کے ساتھ قبرستان چلی جاتیں، تو اس وقت تک جنت کو نہ دیکھ پاتیں، جب تک آپ کے پردادا اسے نہ دیکھ لیتے۔''

(مسند الإمام أحمد : 168/2، 223، سنن أبي داوٗد : 3123، سنن النّسائي : 1881، المستدرك للحاكم : 373/1)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (3177) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

۞ امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلٰى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ .

''یہ حدیث امام بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔''

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت بھی کی ہے۔

حافظ منذری رحمہ اللہ (4 / 357 - 359) اور حافظ بوصیری (اتحاف الخیرۃ المہرہ : 508/2) نے اس کی سند کو ''حسن'' اور حافظ ابن قطان فاسی رحمہ اللہ (بیان الوہم والایہام : 618/5، ح:2837) نے اس حدیث کو ''حسن'' قرار دیا ہے۔

اگرچہ اس کا راوی ربیعہ بن سیف معافری جمہور محدثین کرام کے نزدیک ''موثق، حسن الحدیث'' ہے، لیکن اس کی بیان کردہ یہ روایت ''منکر'' ہے۔

۞ امام بخاری (التاریخ الکبیر : 290/3) اور امام ابن یونس رحمہما اللہ (میزان الاعتدال للذہبی:43/2) فرماتے ہیں:

عِنْدَهٗ مَنَاكِيرُ .

''اس نے کئی منکر روایات بیان کی ہیں۔''

۞ امام بخاری رحمہ اللہ یہ بھی فرماتے ہیں:

رَوٰى أَحَادِيثَ لَا يُتَابَعُ عَلَيْهِ .

''اس نے کئی منکر روایات بیان کی ہوئی ہیں۔'' (التاریخ الأوسط : 1464)

۞ نیز اسے ''منکر الحدیث'' بھی قرار دیا ہے۔ (أیضًا :1491)

۞ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ يُخْطِئُ كَثِيرًا .

''یہ بہت زیادہ غلطیاں کرتا تھا۔'' (الثقات : 301/6)

❀ علامہ، ابومحمد، عبدالحق، اشبیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيفُ الْحَدِيثِ، عِنْدَهُ مَنَاكِيرُ .

''اس کی بیان کردہ حدیث ضعیف ہے اور اس نے منکر روایات بیان کی ہیں۔''

(الأحكام الوسطٰى : 152/2)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صَدُوقٌ، لَهُ مَنَاكِيرُ .

''یہ ہے تو سچا، لیکن اس نے کئی منکر روایات بھی بیان کی ہیں۔''

(تقريب التّهذيب : 1906)

❀ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ لَا يَثْبُتُ .

''یہ حدیث ثابت نہیں۔''

(العِلَل المتناهية : 421/2)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''ضعیف'' کہا ہے۔

(خلاصة الأحكام : 1005/2)

❀ حافظ ابن عبد الہادی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ''منکر'' کہا ہے۔

(المحرّر في الحديث، ص 328)

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) نے بھی ''منکر'' کہا ہے۔

(المهذّب في اختصار السّنن الكبير : 1428/3)

لہٰذا یہ روایت ''منکر'' ہے، جو کہ ''ضعیف'' ہی ہوتی ہے۔

اگر اسے ''صحیح'' تسلیم کر بھی لیا جائے، تو مذکورہ دلائل کی روشنی میں یہ منسوخ ہے۔

تنبیہ ③:

ایک روایت میں ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے بھائی عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی قبر پر آئیں اور کچھ اشعار پڑھ کر کہا:

وَاللّٰهِ! لَوْ حَضَرْتُكَ مَا دُفِنْتَ إِلَّا حَيْثُ مُتَّ، وَلَوْ شَهِدْتُكَ مَا زُرْتُكَ .

''اللہ کی قسم! اگر میں آپ کی تدفین کے وقت موجود ہوتی، تو آپ کو وہیں دفن کیا جاتا، جہاں آپ فوت ہوئے تھے اور اگر میں موجود ہوتی، تو آپ کی قبر کی زیارت کے لئے نہ آتی۔''

(سنن التّرمذي : 1055)

اس روایت کی سند ابن جریج کے عنعنہ کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے۔

مصنف عبدالرزاق (517/3) اور الاوسط لابن المنذر (464/5) میں اگرچہ سماع کی تصریح ہے، لیکن اس میں امام عبدالرزاق رحمہ اللہ کا عنعنہ موجود ہے۔ مزید یہ کہ اس میں مذکورہ الفاظ بھی نہیں۔

احناف کا موقف:

❀ علامہ سرخسی حنفی رحمہ اللہ (483ھ) لکھتے ہیں:

اَلْأَصَحُّ عِنْدَنَا أَنَّ الرُّخْصَةَ ثَابِتَةٌ فِي حَقِّ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ جَمِيعًا .

''ہمارے نزدیک راجح بات یہی ہے کہ قبرستان جانے کی رخصت مردوں اور

عورتوں، دونوں کے لیے ثابت ہے۔'' (المَبسوط : 10/24)

❁ فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے:

لَا بَأْسَ بِزِيَارَةِ الْقُبُورِ، وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى، وَظَاهِرُ قَوْلِ مُحَمَّدٍ رَّحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى يَقْتَضِي الْجَوَازَ لِلنِّسَاءِ أَيْضًا، لِأَنَّهُ لَمْ يَخُصَّ الرِّجَالَ.

''قبروں کی زیارت میں کوئی حرج نہیں۔امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہی قول ہے، جبکہ امام محمد رحمہ اللہ کے قول کے ظاہری الفاظ یہ تقاضا کرتے ہیں کہ عورتوں کے لیے بھی قبرستان جانا جائز ہے، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کو خاص طور پر اجازت نہیں دی۔'' (فتاویٰ عالمگیری:350/5)

الحاصل:

عورتوں کا قبرستان جانا جائز ہے، اس میں کوئی قباحت نہیں۔ممانعت والی احادیث منسوخ ہیں اور یہ ممانعت مردوں اور عورتوں، دونوں کے لیے تھی، جو بعد میں ختم کر دی گئی۔ البتہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق عورت کو قبرستان جا کر صبر سے کام لینا چاہیے اور قبرستان کی زیارت کا مقصد صرف موت اور آخرت کی یاد ہونا چاہیے۔

سوال: کیا سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا زہر پینا ثابت ہے؟

جواب: سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے بارے میں مشہور ہے کہ انہوں نے زہر کا پیالہ پیا تھا۔اس بارے میں جتنی بھی روایات ہیں، ان میں سے کوئی بھی اصولِ محدثین کے مطابق پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی۔اس بارے میں تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

① ابوسفر، سعید بن یحمد کا بیان ہے:

نَزَلَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ الْحِيرَةَ عَلٰى أَمْرِ بَنِي الْمَرَازِبَةِ، فَقَالُوا لَهٗ : احْذَرِ السُّمَّ، لَا يَسْقِيكَهُ الْأَعَاجِمُ، فَقَالَ : ائْتُونِي بِهٖ، فَأُتِيَ بِهٖ، فَأَخَذَهٗ بِيَدِهٖ، ثُمَّ اقْتَحَمَهٗ، وَقَالَ : بِسْمِ اللّٰهِ، فَلَمْ يَضُرَّهٗ شَيْئًا .

''سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بنو مرازبہ کے معاملے میں حیرہ آئے، تو لوگوں نے کہا : ہوشیار رہیے، کہیں عجمی لوگ آپ کو زہر نہ پلا دیں۔آپ نے فرمایا : زہر میرے پاس لاؤ۔زہر لایا گیا، تو آپ نے اپنے ہاتھ میں پکڑا اور بسم اللہ پڑھ کر اسے نگل لیا۔زہر نے آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔''

(مسند أبي يعلٰى : 7186، فضائل الصحابة للإمام أحمد بن حنبل : 1478، دلائل النبوّة للبيهقي : 106/7، دلائل النبوّة لأبي نعيم : 445/1، تاريخ ابن عساكر : 251/16)

اس کی سند ''انقطاع'' کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے۔ابوسفر کا سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

معجم کبیر طبرانی (105/4) میں ابو بردہ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں، لیکن ابو بردہ کا بھی سیدنا خالد رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں ہے۔

۞ مذکورہ دونوں روایات کے بارے میں حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

هُوَ مُرْسَلٌ، وَرِجَالُهُمَا ثِقَاتٌ، إِلَّا أَنَّ أَبَا السِّفْرِ وَأَبَا بُرْدَةَ بْنَ أَبِي مُوسٰى لَمْ يَسْمَعَا مِنْ خَالِدٍ .

''یہ روایت مرسل (منقطع) ہے۔ان دونوں سندوں کے راوی ثقہ ہیں، البتہ ابوسفر اور ابو بردہ دونوں نے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں کیا۔''

(مَجمع الزّوائد : 350/9)

۲ قیس بن ابی حازم سے یہ بیان منسوب ہے:

رَأَيْتُ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ؛ أُتِيَ بِسُمٍّ، فَقَالَ : مَا هٰذَا ؟ قَالُوا : سُمٌّ، فَقَالَ : بِسْمِ اللّٰهِ، وَازْدَرَدَهٗ .

''میں نے دیکھا کہ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس زہر لایا گیا۔آپ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ زہر ہے۔آپ نے بسم اللہ پڑھ کر اسے نگل لیا۔''(المُعجم الكبير للطّبراني : 106/4، ح : 3809، فضائل الصّحابة للإمام أحمد بن حنبل :1481، 1482، تاريخ ابن عساكر : 252/16)

سند ''ضعیف'' ہے، کیونکہ سفیان بن عیینہ اور ان کے استاذ اسماعیل بن ابی خالد دونوں ''مدلس'' ہیں۔ان کے سماع کی تصریح نہیں مل سکی۔

ویسے بھی زہر حرام اور مہلک چیز ہے۔سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے ایسی چیز کا پینا عقلی طور پر بھی ممکن معلوم نہیں ہوتا۔

سوال: دورانِ وضو ہر ہر عضو کے لیے الگ الگ دُعا پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: دورانِ وضو ہر ہر عضو کے لیے ذکر و دُعا ثابت نہیں، اگرچہ بعض نے اپنی کتابوں میں بغیر دلیل کے یہ اذکار درج کیے ہیں۔یہ ایجادِ دین ہے۔

حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الدُّعَاءِ عَلٰى أَعْضَاءِ الْوُضُوءِ، فَلَمْ يَجِئْ فِيهِ شَيْءٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''وضو کے ہر ہر عضو پر دُعائیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔''

(الأذكار، ص 70)

۞ **علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) اسے بدعت قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:**

أَمَّا الْأَذْكَارُ الَّتِي يَقُولُهَا الْعَامَّةُ عَلَى الْوُضُوءِ، عِنْدَ كُلِّ وُضُوءٍ، فَلَا أَصْلَ لَهَا، عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَلَا عَنْ أَحَدٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ، وَالتَّابِعِينَ، وَلَا الْأَئِمَّةُ الْأَرْبَعَةِ، وَفِيهَا حَدِيثٌ كَذِبٌ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''وضو کے ہر ہر عضو کو دھوتے وقت عوام الناس جو اذکار پڑھتے ہیں، ان کا ثبوت نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے، نہ صحابہ و تابعین اور ائمہ اربعہ سے۔ اس بارے میں ایک جھوٹی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کی گئی ہے۔''

(الوابل الصیّب، ص 384)

البتہ وضو سے پہلے 'بسم اللہ' اور وضو کے بعد اذکار ثابت ہیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ انہی کو یاد کریں اور پڑھیں تا کہ دین و دنیا کی بھلائیاں سمیٹ سکیں۔

سوال: وضو کے بعد یا وضو میں پاؤں دھوتے وقت سورت القدر پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: بدعت ہے، اس حوالے سے یہ غیر معتبر روایت بھی وارد ہوئی ہے۔

۞ **سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:**

مَنْ قَرَأَ فِي إِثْرِ وُضُوئِهِ : ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾، مَرَّةً وَّاحِدَةً، كَانَ مِنَ الصِّدِّيقِينَ، وَمَنْ قَرَأَهَا مَرَّتَيْنِ، كُتِبَ فِي دِيوَانِ الشُّهَدَاءِ، وَمَنْ قَرَأَهَا ثَلَاثًا، حَشَرَهُ اللّٰهُ مَحْشَرَ الْأَنْبِيَاءِ .

''جو شخص وضو کرنے کے بعد ایک دفعہ سورت القدر کی تلاوت کرتا ہے، وہ

صدیقین میں شمار کیا جاتا ہے، جو اسے دو مرتبہ پڑھتا ہے، اس کا نام شہدا کے رجسٹر میں لکھ دیا جاتا ہے اور جو اسے تین مرتبہ پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے انبیائے کرام کے ساتھ حشر میں جمع فرمائے گا۔''

(مسند الدّيلمي، نقلًا عن الحاوي للفتاوي للسّيوطي :339/1)

❁ علامہ سیوطی اس کے ایک راوی کے بارے میں لکھتے ہیں:

أَبُو عُبَيْدَةَ مَجْهُولٌ.

''ابوعبیدہ نامی شخص مجہول ہے۔''

❁ علامہ ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

فِي سَنَدِهٖ مَجْهُولٌ.

''اس کی سند میں مجہول راوی ہے۔''

(الفتاوى الفقهيّة الكبرىٰ :59/1)

❁ اس کی سند میں حسن بصری رحمہ اللہ کا عنعنہ بھی ہے۔

❁ ابوعبیدہ سے نیچے سند بھی مذکور نہیں۔

❁ حافظ سخاوی رحمہ اللہ اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

كَذَا قِرَائَةُ سُورَةِ ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ﴾، عَقِبَ الْوُضُوءِ، لَا أَصْلَ لَهٗ.

''اسی طرح وضو کے بعد سورت قدر کی تلاوت بے اصل (بدعت) ہے۔''

(المَقاصد الحَسَنة، ص 664)

سوال: کیا فرض نماز کی آخری دو رکعتوں میں سورت فاتحہ کے علاوہ کسی اور سورت کی قرأت بھی کی جاسکتی ہے؟

جواب: فرض نماز کی آخری دو رکعتوں میں فاتحہ کے علاوہ بھی قرأت کی جا سکتی ہے۔

❁ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي صَلَاةِ الظُّهْرِ، فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ، فِي كُلِّ رَكْعَةٍ قَدْرَ ثَلَاثِينَ آيَةً، وَفِي الْأُخْرَيَيْنِ قَدْرَ خَمْسَ عَشْرَةَ آيَةً.

''نبی کریم ﷺ نمازِ ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سے ہر رکعت میں تقریباً تیس آیات کی تلاوت فرماتے اور آخری دو رکعتوں میں تقریباً پندرہ آیات کی۔''

(صحيح مسلم: 452)

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ فرض نماز کی آخری دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے علاوہ بھی کچھ پڑھنا سنت و مستحب ہے۔

❁ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نمازِ مغرب کی امامت کی، تو تیسری رکعت میں آیتِ کریمہ ﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا۔۔۔﴾ (آل عمران: ۸) کی تلاوت فرمائی۔

(المؤطأ للإمام مالك: 25، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ نافع رحمہ اللہ، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

كَانَ إِذَا صَلَّى وَحْدَهٗ، يَقْرَأُ فِي الْأَرْبَعِ جَمِيعاً، فِي كُلِّ رَكْعَةٍ، بِأُمِّ الْقُرْآنِ وَسُورَةٍ مِّنَ الْقُرْآنِ، وَكَانَ يَقْرَأُ أَحْيَاناً بِالسُّورَتَيْنِ وَالثَّلَاثِ فِي الرَّكْعَةِ الْوَاحِدَةِ مِنْ صَلَاةِ الْفَرِيضَةِ، وَيَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ مِنَ الْمَغْرِبِ، كَذٰلِكَ، بِأُمِّ الْقُرْآنِ وَسُورَةٍ سُورَةٍ.

''آپ رضی اللہ عنہ جب اکیلے نماز ادا کرتے، تو چاروں رکعتوں میں سورت فاتحہ اور

قرآنِ کریم کی کوئی سورت پڑھتے۔کبھی فرض نماز کی ایک رکعت میں دو دو، تین تین سورتیں بھی پڑھ لیتے تھے۔مغرب کی دونوں رکعتوں میں اسی طرح سورۂ فاتحہ اور ایک ایک سورت کی تلاوت فرماتے تھے۔''

(المؤطّأ للإمام مالك : 26، وسندهٗ صحيحٌ)

یہاں یہ بھی یاد رہے کہ فرض نماز کی آخری دو رکعتوں میں صرف سورت فاتحہ پر اکتفا کرنا بھی مسنون ہے۔(صحیح مسلم:۴۵۱)

سوال: جمعہ کی رات نمازِ عشاء کی پہلی رکعت میں سورت جمعہ اور دوسری میں سورت منافقون کی قرأت کرنا کیسا ہے؟

جواب: جمعہ کی رات نمازِ عشاء میں کوئی مخصوص قرأت رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔

❀ سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے :

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي صَلَاةِ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ، لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ، سُورَةَ الْجُمُعَةِ وَالْمُنَافِقِينَ .

''رسول اللہ ﷺ جمعہ کی رات عشاء کی نماز میں سورۂ جمعہ اور سورۂ منافقون کی قراءت فرماتے تھے۔''

(صحيح ابن حبّان : 1841، السّنن الكبرٰى للبيهقي : 201/3)

سند سخت ''ضعیف'' ہے۔

① سعید بن سماک بن حرب کو امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ نے ''متروک الحدیث'' قرار دیا ہے۔

(الجرح والتّعديل : 32/4)

② سماک بن حرب اگرچہ ''ثقہ'' ہیں، لیکن آخری عمر میں ان کا حافظہ بگڑ گیا تھا۔سعید بن سماک ان لوگوں میں سے نہیں، جنہوں نے سماک بن حرب سے ان کے حافظے کی خرابی سے پہلے روایات سنی تھیں۔

❀ ناصرالسنۃ،علامہ البانی رحمہ اللہ اس حدیث کوضعیف قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس حدیث سے تو استحباب بھی ثابت نہیں ہوتا، چہ جائیکہ سنت ہونا ثابت ہو۔ بلکہ اس پر پابندی کرنا بدعت ہوگا۔دمشق اور شام کے دیگر علاقوں میں بہت سے ائمہ مساجد ایسا کرتے ہیں۔انہوں نے تو بدعت اور لوگوں کی خوش نودی دونوں چیزوں کو جمع کیا ہوا ہے۔انہوں نے اپنے خیال میں لوگوں پر تخفیف کرنے کے لیے سورۂ منافقون کی تلاوت بالکل ترک کر دی ہے اور دونوں رکعتوں میں سورۂ جمعہ کے آخری رکوع کی تلاوت کرتے ہیں۔''

(سِلسِلة الأحاديث الضّعيفة والمَوضوعة : 35/2، ح : 559)

سوال:اہل کتاب کے علاوہ غیر مسلم عورتوں سے نکاح کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب:اہل کتاب کے علاوہ کسی غیر مسلم عورت سے نکاح جائز نہیں۔

❀ امام ابوعبید قاسم بن سلام رحمہ اللہ (۲۲۴ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّمَا اتَّفَقَتِ الْعُلَمَاءُ عَلٰى تَحْرِيمِهِنَّ .

''اہل علم کا اتفاق ہے کہ مجوس (وغیرہ) کی عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے۔''

(النّاسخ والمنسوخ، ص 97)

سوال:امام شعبی رحمہ اللہ روافض کے بارے میں کیا رائے رکھتے تھے؟

جواب:امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَوْ كَانَتِ الشِّيعَةُ مِنَ الطَّيْرِ لَكَانُوا رَخْمًا وَلَوْ كَانُوا مِنَ الْبَهَائِمِ لَكَانُوا حُمُرًا .

''اگر شیعہ پرندوں میں ہوتے ،تو گِدھ ہوتے اور اگر جانوروں میں ہوتے ،تو گدھے ہوتے۔''

(تاريخ ابن عساكر : 373/25، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حُبَّ أَهْلَ بَيْتِ نَبِيِّكَ وَلَا تَكُنْ رَافِضِيًّا .

''اپنے نبی کے اہل بیت سے محبت کیجئے اور رافضی مت بنئے۔''

(تاريخ ابن معين برواية الدّوري : 1163، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: قرآن کریم میں نسخ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: قرآن میں نسخ ثابت ہے۔

❁ علامہ رازی رحمہ اللہ (۶۰۶ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَتِ الْأُمَّةُ عَلٰى جَوَازِ نَسْخِ الْقُرْآنِ .

''امت کا اتفاق ہے کہ قرآن میں نسخ جائز ہے۔''

(المحصول : 307/3)